اسلامی مالیاتی اداروں میں شرکتہ بطور تمویل، فقہ اسلامی کے تناظر میں علمی و تحقیقی جائزہ

Importance and Research on Shirkat (Partnership) as Financing in Islamic financial institutions: Critical Analysis and Research in accordance with the Islamic Jurisprudence

محمد ادریس

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

Abstract:

In the use of financial resources, Islamic Banks are more important than the conventional banks. The differences are very clear between the two, because the conventional banks provide loans only on riba basis, which is obviously against the Shariah. It is therefore the expert Islamic Jurisprudents brought forward its solution which is according to the Shariah and also is conformed to the financial rules.

Modern age is the age of financial challenges, and it is a great fact that the riba free financial alternate has overcome the whole financial globe. This alternate is more successful as it might be considered. More and more researches are going on, and the Islamic Jurisprudents as well as the financial experts are satisfied with the systems that are being brought forward.

Keywords: financial resources, riba free, Islamic Jurisprudent, alternate

شرکت/تعارف:

اسلامی اصولوں کے تحت تجارت وکاروبار کے تمام طریقے حقیقی معاشی معاملات اور اثاثہ جات پر مبنی ہوتے ہیں اور لین دین میں متعلقہ فریقوں کی ذمہ داری یاواجبات کا تعین کرتے ہیں۔ نفع ونقصان میں شراکت پر مبنی طریقے، جن کے مطابق کاروباری فریق مل جل کر تجارتی خطرات (Risk) برداشت کرتے ہیں، اسلامی مالیاتی نظام کی اہم بنیاد ہیں، اس لیے کہ کاروباری رسک لینا اور معاہدے کے تحت ذمہ داری پوری کرنا کسی بھی کاروبار میں جائز منافع کی لازمی شرط ہے۔

مشارکہ کے عقود شراکت پر مبنی کاروبار کی بنیاد ہیں" مشارکہ " اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا لغوی معنی شریک ہونا، (حصہ دار بننا) ہے، کاروبار اور تجارت کے سیاق وسباق میں اس سے مراد ایک ایسا مشترکہ کاروبار ہوتا ہے، جس میں سب حصہ دار مشترکہ کاروباری مہم کے نفع یا نقصان میں شریک ہوتے ہیں، یہ سود پر مبنی تمویل کا ایک مثالی متبادل ہے، جس کے تقسیم دولت اور اس کی پیدائش دونوں پر ہی دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جدید سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں سود واحد ذریعہ ہے ، جسے ہر قسم کی تمویل (فراہمی سرمایہ) کے لیے بے محابا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام میں حرمت ربا کی وجہ سے اسے کسی بھی طرح کی تمویل(Financing) کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اسلامی اصولوں پر مبنی معیشت میں مشارکہ اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

یہ سود سے بدرجہا اچھے نتائج کا حامل بھی ہے اور تمویل کا نہایت مثالی عادلانہ اور منصفانہ طریقہ ہے۔ تجارت اور سرمایہ کاری کے باب میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان فقہاء، علماء اور ماہرین شریعت واقتصادیات نے جو اہم ادارے تشکیل دیئے، ان میں سے ایک شرکت بھی ہے، جو دراصل سود کے خاتمہ کے بعد اس کے حقیقی، اصلی اور مستقل طور پر قابل عمل متبادل ہیں، اس سے بینکنگ کا یہ تصور بھی ختم ہو سکتا ہے کہ بینک کاروباری عمل سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہوئے صرف سرمایہ فراہم کرنے کے لیے واسطہ بنتا ہے۔ شرکت کا نظام جاری ہونے کی صورت میں بینک کا نام خواہ بینک ہی رہے، لیکن بینک کی یہ حیثیت ختم ہو جائے گی، اب بینک کا باقاعدہ کاروبار میں عمل دخل ہو گا۔

ہم اپنے اس مقالہ میں فقہ کی قدیم اور روایتی کتابوں کے حوالے سے شرکت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے، قرآن وحدیث سے اسے ثابت کریں گے، نیز شرکت کی اقسام کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے جدید دنیا میں نفع ونقصان میں شراکتی نظام کی عملی اہمیت کو بھی کسی حد تک زیر بحث لاکر اسلامی مالیاتی اداروں کیلئے ایک اہم تمویلی طریقہ کار کے اثبات پر مختصراً روشنی ڈالیں گے۔

اسلامی بینکوں میں مالی وسائل کا استعمال:

مالی وسائل کے استعمال میں اسلامی بینک اپنے پیش رو سودی بینکوں سے زیادہ مختلف ہیں۔ استعمال کی حد تک یہ اختلاف مالی وسائل کے حصول سے کہیں زیادہ نمایاں ہیں، ایسا ہونے کے کئی قرین قیاس اسباب ہیں۔ سودی بینکوں میں مالی وسائل کے استعمال کا بس ایک واحد طریقہ ہے، سود پر قرض دینا، جس کو مختلف مالیاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے مختلف طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسلامی بینک ربا کی حرمت کی وجہ سے ان طریقوں کو استعمال میں نہیں لاسکتے، چناں چہ اسلامی بینکوں کو مالیات رسانی (Financing) کے ایسے طرق کی تلاش ہوئی، جن میں ربا کا شائبہ تک نہ ہو، جن کے ذریعے سرمایہ کاری کی مختلف النوع ضروریات کی تسکین ہوسکے اور ساتھ ساتھ بینکوں کیلئے معقول و محفوظ آمدنی کا ذریعہ بھی بن سکیں۔

اس ضمن میں اسلامی بینکاروں، ماہرین اقتصادیات نے اسلامی فقہ کی عظیم روایت سے استفادہ کرتے ہوئے بیع کے مختلف معاہدوں کو، جو اسلامی دنیا کے ایک بڑے حصے میں صدیوں سے جاری ہیں، جدید انداز سے آراستہ وپیراستہ کیا۔ دور حاضر میں مالیاتی دنیا میں ان کا اطلاق ایک جدید اجتہاد ہے، کہ جو ایک طرف شریعت کے احکام سے متعارض بھی نہیں اور دوسری طرف جدید بینکاری اور سرمایہ کاروں کے مقاصد کو بھی کماحقہ پوری کرتی ہیں۔

مشارکہ سودی تمویل کا متبادل کیوں؟

سودی نظام میں فائنانسر (تمویل کار) کی طرف سے دیئے جانے والے قرضہ پر زائد واپس کی جانے والی مقدار پہلے سے طے کرلی جاتی ہے، اس بات سے قطع نظر کہ اس سے قرض لینے والے کو نفع ہوتا ہے یا نقصان، جب کہ مشارکہ میں واپس کی جانے والی رقم کی شرح پہلے سے طے نہیں کی جاسکتی، بل کہ اس میں منافع مشترکہ کاروباری مہم میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع پر مبنی ہوتا ہے۔ سودی قرضہ میں سرمایہ فراہم کرنے والا (فائنانسر) کبھی بھی نقصان نہیں اٹھاتا، جب کہ مشارکہ میں اگر مشترکہ کاروباری مہم اپنے ثمرات بار آور نہ کرسکے، تو نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

مثال کے ذریعے وضاحت:

جدید معاشی نظام میں سودی بینک صنعت کاروں اور تاجروں کو جو قرضے فراہم کرتے ہیں، وہ دراصل ان بینکوں میں عام کھاتہ داروں کی جمع پونجی ہی ہیں، اگر کسی صنعت کار کے پاس اپنے پیسے صرف دس ملین ہیں، تو وہ بینکوں سے سود پر ۹۰ ملین قرضہ لے کر ایک بڑا نفع بخش کاروبار شروع کرے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پراجیکٹ کا نوے فیصد عام اکاؤنٹ ہولڈرز اور صرف دس فیصد سرمایہ اس کا اپنا، اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر پراجیکٹ میں بہت بڑا نفع بھی اگر ہوتا ہے، تب بھی اس کا ایک معمولی حصہ (۱۴ سے ۱۵ فیصد) بینکوں کے ذریعے اس پراجیکٹ کے ۹۰ فیصد شئیر ہولڈروں تک جائے گا، باقی سارا منافع ۱۰ فیصد والے صنعت کار کا ہوگا، اس کے برخلاف اگر غیر معمولی صورت حال میں صنعت کار دیوالیہ ہوجائے، تو اس کا اپنا نقصان ۱۰ فیصد سے زائد نہیں ہوگا، باقی نوے فیصد خسارہ مکمل طور پر

بینک اور بسا اوقات کھاتہ داروں کو اٹھانا پڑے گا اور یوں شرح سود تقسیم دولت کی ناہمواریوں کا اصل سبب ہے، جس میں امیر کے مفادات کا مکمل تحفظ، جب کہ غریب کے مفادات کے خلاف رجحان اور استحصال کا عنصر نمایاں ہیں۔

اس کے برعکس اسلام میں سرمایہ فراہم کرنے والے کے لیے ایک واضح اصول موجود ہے، کہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو ابتداء میں ہی یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مقروض کو قرضہ فراہم کرکے مدد کرنا چاہتا ہے یا سرمایہ لینے والے کے منافع میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اول الذکر میں وہ قرضہ کی اصل مقدار سے زائد مطالبہ نہیں کر سکتا، جب کہ مؤخر الذکر میں جہاں وہ نفع میں شریک ہونا چاہتا ہے، تو ضروری ہوگا کہ وہ نقصان میں بھی شریک ہو، لہذا مشارکہ میں فائنانسر کا منافع کاروبار کے ذریعے حاصل ہونے والے حقیقی نفع سے وابستہ ہوتا ہے، اگر بہت زیادہ نفع ہو تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہ سارا کا سارا صنعت کار ہی بلا شرکت غیرے سنبھال لے، بل کہ بینک کے کھاتہ دار ہونے کی حیثیت سے عام لوگ بھی اسی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے، اس طرح مشارکہ میں ایک ایسا رجحان پایا جاتا ہے، جو صرف امیر کی بجائے عام لوگوں کی حمایت میں ہے۔

یہ ہے وہ بنیادی فلسفہ، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام مشارکہ کو سودی تمویل (Finance) کے متبادل کے طور پر کیوں تجویز کرتا ہے۔

شرکت کے لغوی معنیٰ:

الشركة: مصدر شِرك يَشْرَك شِركاً وَ شِرْكَةً (باب سمع) اصل میں "شِرَكة "یعنی شین کے زبر اور راء کے زیر کے ساتھ تھا، پھر مصدر میں تخفیف ہو کر شین کے زبر اور راء کے سکون کے ساتھ "شِرْكة" ہو گیا[۱]۔

لغوی معنیٰ: اختلاط النصيبين. یعنی دو حصوں کا مخلوط ہو جانا[۲]۔

شرکت کی اصطلاحی تعریف:

فقہاء مالکیہ میں سے ابن عرفہ نے فقہ حنفی کے تعریف سے اتفاق کرتے ہوئے ایک عام تعریف بھی کی۔

تقرر متمول بين مالكين فأكثر ملكا فقط.

ترجمہ: دو مالکوں یا زیادہ کے درمیان کسی شئے متقدم کی ملکیت کا مقرر ہو جانا (۳)۔

اور ان میں سے ہر ایک بطور تصرف کا اختیار رکھتا ہو، لہٰذا دو افراد کے درمیان ثبوت نسب یا دو افراد کی کسی مملوک پر ولایت پر یہ شرکت نہیں کہلائے گا، اس لیے کہ یہ مال متقوم کے درمیان تقرر نہیں ہے، یا اسی طرح دو وصی یا وکیلوں کے پاس کوئی مال کچھ عرصہ کے لیے ہے اور اس میں وہ تصرف بھی کر سکتے ہیں، لیکن چوں کہ وہ اس مال کے مالک نہیں ہیں، لہٰذا یہ شرکت نہیں کہلائے گی۔

جدید معاشیات میں شرکت کا مفہوم:

Two, three or more people combine, contribute capital and agree to share profits and bear losses in agreed proportions.(K.K Dewtt, Modern Economic Theory,p:106, Chapter:14)

ترجمہ: دو، تین یا زیادہ لوگ مل کر سرمایہ لگائیں اور منافع میں شرکت پر راضی ہوں اور اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کریں۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ جدید معاشیات میں شرکت کی تعریف اس قدر عام نہیں ہے، جس قدر ما قبل کی تعریفات میں عموم ہیں، اس لیے کہ اس تعریف کی رو سے شرکت سے مراد صرف شرکت عقد ہو گی، چناں چہ اس میں شرکت کا مفہوم عام نہیں ہے۔

فقہ کی قدیم کتابوں میں شرکۃ کے حوالے سے بحث اور جدید کاروباری صورت حال کو سامنے رکھا جائے، تو وسیع معنوں میں شرکۃ سے مراد ایسا کاروبار ہے، جس میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص اپنا سرمایہ، محنت یا بازار میں اپنی شہرت (Credit worthiness) اس طرح ملا لیتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے یکساں حقوق و ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور ان کا مقصد نفع، آمدن یا مشترکہ سرمایہ میں اضافے میں طے شدہ نسبت سے حصہ داری اور نقصان کی صورت میں ہر حصہ دار کو سرمائے کی نسبت کے اعتبار سے نقصان برداشت کرنا ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شراکتی کاروبار کیلئے سرمایہ لازمی نہیں ہے، (ذہنی، جسمانی اور سماجی صلاحتیں بھی شرکت کی بنیاد بن سکتی ہیں) اس تعریف کی رو سے اور اسلامی قانون تجارت کے مطابق نفع / آمدن، خرید و فروخت، کاروباری ساکھ، اثاثہ جات کے کرائے یا مزدوری کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شرکت کا ثبوت: شرکت کے معاملے کا جائز ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سمیت شریعت کے تینوں اہم اور اساسی مصادر سے ثابت ہے۔

شرکت کا ثبوت بحوالہ قرآن:

سورۃ الکہف آیت ۱۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۱۹ (سورة الكہف آیت ۱۹ ، پارہ ۱۵)

ترجمہ: اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ (جو کہنے والے کے پاس ہو گا، کیوں کہ یہ لوگ کچھ خرچ کرنے کے لیے رقم بھی لے کر چلے تھے، غرض یہ کہ کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو، پھر (وہ وہاں پہنچ کر) تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے [۴]۔

اس آیت کی عبارۃ النص اگرچہ شرکت پر دلالت نہیں کرتی، البتہ اشارۃ النص سے شرکت ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ واقعہ میں اصحاب کہف نے اپنے میں سے ایک کو منتخب کر کے سب کی رقم اس کے حوالے کی کہ وہ کھانا خرید کر سب کے لیے لائے اور وہ سب مل کر کھائیں۔

امام جصاصؒ احکام القرآن میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُمْ قَالُوا: فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَأَضَافَ الْوَرِقَ إِلَى الْجَمَاعَةِ، وَنَحْوُهُ قَوْله تَعَالَى: {وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ} [البقرة: 220] فَأَبَاحَ لَهُمْ بِذَلِكَ خَلْطَ طَعَامِ الْيَتِيمِ بِطَعَامِهِمْ وَأَنْ تَكُونَ يَدُهُ مَعَ أَيْدِيهِمْ مَعَ جَوَازِ أَنْ يَكُونَ بَعْضُهُمْ أَكْثَرَ أَكْلًا مِنْ غَيْرِهِ(۵).

ترجمہ: اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ تم اپنے میں سے کسی کو اپنا روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو، یہاں پر روپے کی اضافت جماعت کی طرف کی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال مشترکہ طور پر سب کا تھا۔

اس کے علاوہ سورۃ الزمر، آیت: ۲۹، سورۃ طٰہٰ: آیت: ۳۱، ۳۲، سورۃ ص: آیت: ۲۴، سورۃ الانفال کی آیت ۴۱، سورۃ النساء، آیت ۱۲، سے بھی شرکت کا ثبوت واضح ہوتا ہے۔

شرکت کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

۱۔جناب نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث قدسی منقول ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ.........الخ(٦)،

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: میں دو شریکوں کے درمیان تیسرا شریک ہوں، جب تک ان میں سے کوئی ایک خیانت نہ کرے۔

اس حدیث سے شرکت کا نہ صرف جواز معلوم ہو رہاہے، بل کہ اس کی ترغیب بھی کہ جب تک شرکاء کے مابین خیانت نہ ہو، اس وقت وہ اللہ کی رحمت، برکت اور حفظ وامان رہتے ہیں (۷)۔

خود آپ ﷺ کے فعل مبارک سے بھی شرکت کا ثبوت ملتاہے کہ آپ ﷺ نے بذات خود حضرت سائب ابن ابی سائب کے ساتھ اول اسلام میں اور ایک روایت کے مطابق دور جاہلیت میں شرکت کا عقد فرمایا، چناں چہ علامہ شوکانیؒ نے روایت اس طرح ذکر کی ہے۔

"إن السائب بن أبي السائب قال للنبى ﷺ كنت شريكا في الجاهلية ، فكنت خير شريك لا تداريني ولا تماريني.(الشوكاني، ٥، ٢٩٧)

وفي رواية: انه كان شريك النبي ﷺ في اول الاسلام في التجارة فلما كان يوم الفتح قال: مرحبا بأخي وشريكي لاتداري ولا تماري(٨).

ترجمہ: حضرت سائب بن اَبی سائب نے حضور ﷺ سے کہا: میں دور جاہلیت میں آپ کا شریک تھا، پس آپ بہترین شریک تھے، آپ نہ بہت زیادہ نرمی کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سائب حضور ﷺ کے ابتدائے اسلام میں تجارت میں شریک تھے، فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ان کی تحسین وستائش فرمائی، اور ان الفاظ میں خوش آمدید کہا! خوش آمدید میرے بھائی اور میرے شریک کو کہ جو لڑتے جھگڑتے نہیں۔

شرکت کا رواج قبل از اسلام:

اسلام سے قبل بھی عربوں میں شرکت کا عقد رائج اور معروف تھا، چناں چہ اہل مکہ جو تجارت میں مشہور تھے اور خاص طور پر قریش کے قافلے گرمیوں اور سردیوں میں بھی سفر کرکے شام اور دیگر مقامات بغرض تجارت جایا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن حکیم نے سورۃ قریش میں ذکر فرمایا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍۙ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِۚ۝(آیت: ۲،۱-سورۃ قریش، پارہ ۳۰،)

ابو سفیان کا قافلہ از اسلام مال وتجارت لے کر شام جاتا تھا، اس میں اہل مکہ اور قریش کا مال تجارت بھی شامل ہوتا تھا اور یقیناً لوگ شرکت ومضاربت کے عقود کرتے ہوں گے (۹)۔

اجماعِ امت:

قرآن وسنت کے مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر پوری امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ شرکت ایک جائز معاملہ ہے، چناں چہ بہت سے فقہائے کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک شرکت کا عقد ہوتا چلا آرہا ہے، لیکن کسی ایک فقیہہ یا عالم نے کبھی اس پر نکیر نہیں کی، چناں چہ معلوم شد کہ شرکت کی مشروعیت اجماع سے بھی ثابت ہے (۱۰)۔

شرکت کا ثبوت عقل کی رو سے:

دین اسلام کی خصوصیت جو اسے دیگر ادیان سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہی ہے کہ اس میں ہر معاملہ انسان کی فطری ضروریات کے پیشِ نظر ہے کوئی ایسا کام یا ایسی ذمہ داری کسی پر بھی لازم نہیں، جو اس کی وسعت سے باہر ہو، چناں چہ ان ہی انسانی ضروریات کے پیشِ نظر شریعتِ مطہرہ نے شرکت کو جائز قرار دیا ہے اور صرف جواز کی حد تک نہیں، بل کہ مسلمانوں کا باہمی اشتراک عمل کو نہ صرف موجب ثواب قرار دیا، اس کے ساتھ ساتھ اسے ایک دوسرے کی تقویت اور برکت کا باعث بھی گردانا، اس لیے بھی کہ بسا اوقات انسان کے پاس مال واسباب تو وافر مقدار میں ہوتا ہے، لیکن وہ کاروبار اور تجارت کے اصولوں سے عاری ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اسی طرح ہر انسان کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے، کوئی ہنر مند ہے تو کوئی انتظامی صلاحیتوں کا مالک ہے، کسی کی ساکھ اچھی ہے تو کوئی تعلقات عامہ میں ید طولی رکھتا ہے، اگر یہ سب باہم مشترک ہو کر کسی کام کو سرانجام دینا چاہیں، تو یقیناً

وہ کام بڑے پیمانے پر بہترین انداز میں مختصر وقت میں زیادہ ہو سکے گا، پھر یہ کہ برکت اور ترقی کے امکانات بھی بڑھ جائیں گے۔

اگر شرکت سے روک دیا جاتا، تو بنی نوع انسان کیلئے تجارت کا ایک عظیم باب بند ہو جاتا، نفع کے بجائے نقصان اور مشقت کا قوی احتمال تھا، چوں کہ شریعت دنیا وآخرت دونوں میں انسان کی بھلائی کی ضامن ہے، اس لیے اس نے بے جا بندشیں لگا کر دین میں مشکلات پیدا نہیں کیں، البتہ اگر کوئی کام انسانیت کیلئے باعث ضرر ہو تو اس پر پابندی لگا کر اسے حرام قرار دے دیا۔

شرکت کی اقسام اور ان کا ارتقاء:

بنی نوع انسان کی ضروریاتِ زندگی اور خواہشاتِ طبیعیہ میں اضافہ کے ساتھ لوگوں کو باہمی تعلقات اور معاملات میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، چناں چہ بیع وشراء اور کاروبار وتجارت کی دنیا میں نت نئے طریقے اور معاملات کی مختلف صورتیں حضرتِ انسان نے اپنی اپنی سہولت، حالات اور کاروبار کے لحاظ سے بنالیں، ان میں سے ایک عقد شرکت بھی ہے، جس کی نئی نئی شکلیں زمانہ کی گردش کے ساتھ ساتھ منظر عام پر آتی ہے، ان میں سے بعض کو قبول اور بعض رد بھی ہوئے۔

صحابہ کرام اور تابعینؒ کے دور میں اسلام جزیرۃ العرب سے دنیا کے دیگر خطوں تک پہنچا، تو شہروں اور علاقوں کے معاملات بشمول شرکت کی نت نئے صورتیں سامنے آئیں، جو اس سے پہلے نہ تھیں، لہذا فقہاء نے بھی اسلام کے زریں اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انتہائی عرق ریزی کے بعد ان میں سے بعض کو سند جواز فراہم کیا اور بعض کو ناجائز قرار دے کر رد فرمایا۔

مزید یہ کہ ادلہ اُربعہ کی روشنی میں ایسے اصول بھی مستنبط فرمادیئے کہ بعد میں آنے والوں کو ان کی روشنی میں اپنے مسائل کا ادراک ہو۔

عصر حاضر میں دنیا اقتصادیات، معاشیات، تجارت اور صنعت وحرفت سمیت ایجادات اور زندگی کے ہر شعبے میں نقطۂ عروج پر پہنچ چکے ہے اور یہ سفر ہنوز جاری ہے۔ جدید مواصلاتی نظام اور برق رفتار ذرائع نقل وحمل نے دنیا کو سمیٹ کر ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے، چناں چہ کاروبار کی نئی جہتوں کا سامنے آنا ایک بدیہی بات ہے اور دوسری جانب ان مسائل سے نمٹنے اور رہنمائی کے لیے تحقیقات کا ایک سلسلہ بھی اب زوروں پر ہیں اور اس حوالے سے کتابیں، مقالے، ورک شاپس، سمینارز، کانفرنسیں، جامعات اور اداروں میں ان کی تعلیم پر اہمیت اور خصوصی توجہ دیا جارہا ہے اور شرکت کے انواع واقسام کی تحدید اور ان کی احکامات کو بطور خاص ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ان کے فوائد ونقصانات کا جائزہ لے کر دنیا اپنے معاشی مسائل حل کر سکے، جس کے نتیجہ میں غربت وافلاس اور بے

روزگاری کا خاتمہ کیا جاسکے اور ایک خوش حال معاشرہ تشکیل پائے، اس غرض سے فقہ اسلامی کے تناظر میں اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، تاکہ امت کو سود اور دیگر ممنوعات سے بچا کر حقیقی کاروبار اور حلال معشیت کی طرف ان کا رخ موڑا جاسکے۔

شرکت کی اقسام:

بنیادی طور پر شرکت کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرکۃ الملک (۲) شرکۃ العقد۔

شرکۃ الملک اور اس کی اقسام:

شرکۃ الملک: شرکت کا باضابطہ معاملہ طے نہ پائے اور ایک سے زیادہ لوگ کسی چیز کی ملکیت میں شریک ہو جائے، اسے شرکۃ الملک کہا جاتا ہے، اسے قدرے وضاحت کے ساتھ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں کچھ اس انداز سے ذکر کیا ہے۔

ترجمہ: ملکیت حاصل ہونے کے اسباب میں سے کسی سبب سے کسی شئے کا دو یا زیادہ افراد کے درمیان مشترک ہونا اور اسباب ملکیت یہ ہیں: خریداری، ہبہ، قبول، وصیت، وراثت، اموال کا اس طرح مخلوط ہونا کہ امتیاز باقی نہ رہے[۱۱]۔

شرکت ملک کی اقسام:

شرکۃ ملک کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرکۃ الاختیار، (۲) شرکۃ الجبر / شرکۃ الاضطرار۔

شرکت اختیاری: أن يجتمع الشريكان أو أكثر في ملك شئي بالاختيار.

ترجمہ: دو یا اس سے زیادہ شرکاء کسی ملکیت میں اختیار سے شریک ہوئے ہوں۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: دو افراد نے اپنا مال اپنے اختیار سے مخلوط کر دیا یا دونوں نے مشترکہ طور پر کوئی چیز خرید لی۔

دوسری صورت: کسی نے دو شرکاء کو کوئی چیز ہبہ کر دی اور ان دونوں نے قبول کر لیا یا کسی نے دو افراد کو مال کی وصیت کی اور انہوں نے وہ قبول کر لیا، یہ تمام صورتیں شرکت الملک اختیاری کی ہیں۔

شرکت الجبر / شرکت الاضطرار: وہ جس میں دو مال اس طرح مخلوطط شکل میں ہوں کہ ان میں تمیز کرنا کہ کون سا کس کا ہے، ناممکن یا بہت مشکل ہو۔

بعض فقہائے کرام نے اس میں یہ صورت ذکر کی ہے کہ اس میں ملکیت مجبوری میں ہوئی ہے کہ شرکاء کو حصولِ ملکیت میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں (۱۲)۔

شرکت الملک کے احکام:

فقہائے کرام نے شرکۃ الملک کے احکام فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں، ان تمام کا ذکر (جزئیات وفروعات) یہاں ممکن تو نہیں، البتہ اس کے اساسی اور بنیادی احکام مرتب انداز میں پیش کیے جارہے ہیں۔

۱۔ ملکیتی حقوق: شرکت الملک میں مشترک مال کے ملکیتی حقوق اور پیداوار کی تقسیم حصہ داروں کے مال اور حصص کے تناسب سے ہوگی، لہذا کسی شریک کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے شریک کی رضامندی کے بغیر اپنے حصہ کے تناسب سے زیادہ نفع حاصل کرے، مثلاً: اگر کوئی جانور دو افراد کے درمیان مشترک ہے ایک شریک کا حصہ اسی میں 60٪ جب کہ دوسرے کا 40٪ ہے تو ایسے میں جانور سے حاصل شدہ نفع مثلاً: دودھ میں اسی تناسب سے دونوں شرکاء کو حصہ ملے گا، اپنے حصہ سے زیادہ کا مطالبہ کسی کیلئے بھی جائز نہیں ہوگا (۱۳)۔

شرکت العقد:

یہ شرکت کی دوسری قسم ہے، فقہائے امت نے اس کی متعدد تعریف ذکر فرمائی ہیں، جس میں سے مختلف مذاہب کی اہم ترین تعریفات پر غور کیا جائے، تو حاصل یہ نکلتا ہے کہ شرکت عقد یہ ہے کہ دو یا کئی افراد ایجاب وقبول کے ذریعہ ایک ایسا معاہدہ کریں، جس کی رو سے وہ یا تو اپنے اپنے مال اکٹھا کر کے اسے تجارت میں لگائیں یا مل کر کوئی نفع بخش کام کریں اور دونوں صورتوں میں حاصل شدہ نفع ان کے درمیان تقسیم ہو (۱۴)۔

شرکت العقد کی اقسام:

فقہائے کرام نے شرکت العقد کی مختلف اقسام بیان کی ہیں، احناف کے نزدیک شرکت العقد کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ شرکت الاعمال۔ ۲۔ شرکت الاموال۔ ۳۔ شرکت الوجوہ۔ پھر ان تینوں کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ شرکت المفاوضہ ۲۔ شرکت العنان، اس طرح کل ملا کر چھ قسمیں بن جاتی ہیں۔

شرکت الاموال: یہ ہے کہ دو آدمیوں کا مشترک سرمایہ ہو اور وہ طے کریں کہ ہم اس سے کاروبار کریں گے، اس پر جو نفع ہو گا، اسے باہم تناسب سے تقسیم کر لیں گے۔

شرکت الاعمال(ہنر مندی میں شرکت):

یہ ہے کہ دو آدمی مل کر کسی کام کی تکمیل کا معاملہ معاہد طے کریں، مثلا: ہم دونوں مل کر کپڑے دھوئیں گے یا سئیں گے، جو بھی نفع ہو گا، وہ مقررہ تناسب سے تقسیم ہو جائے گا، اسے شرکت ضائع، شرکت ابدان یا شرکت تقلیل بھی کہا جاتا ہے۔

شرکت الوجوہ(ساکھ میں شرکت):

یہ ہے کہ مال یا عمل میں اشتراک نہ ہو، بل کہ دو افراد ایک دوسرے کی شخصی وجاہت اور معاملاتی ساکھ سے استفادہ کریں اور یہ طے پائے کہ (اپنی وجاہت اور ساکھ کی بنیاد پر)ادھار سامان لا کر نقد فروخت کریں گے اور جو نفع ہو گا، وہ مقررہ تناسب سے تقسیم ہو جائے گا، اسے شرکت الذمم بھی کہتے ہیں۔

شرکت کی ان تینوں ابتدائی اقسام میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں:

(۱)شرکت المفاوضہ (۲)شرکت العنان

شرکت المفاوضہ (برابری کی شراکت داری): مفاوضہ تفویض سے ماخوذ ہے، چوں کہ اس میں ہر شخص اپنا حق تصرف دوسرے کو سپرد کر دیتا ہے، اس لیے اس کو مفاوضہ کہتے ہیں۔ دو آدمی اس طرح شریک ہوں کہ دونوں کا سرمایہ بھی مساوی ہو، دونوں کو مساوی درجہ تصرف کا حق حاصل ہو اور تجارتی واجبات میں وہ ایک دوسرے کے وکیل کفیل ہوں۔

شرکت عنان:(عام شراکتی کاروبار):ع کے کسرہ اور زبر دونوں طرح منقول ہیں "عن" کے معنی اعراض اور صرف نظر کے ہیں۔

یہ ہے کہ دو اشخاص کا مشترک سرمایہ ہو جو کم و بیش بھی ہو سکتا ہے، اس سے تجارت کی جائے اور نفع کی تقسیم مقررہ تناسب کے مطابق عمل میں آئے، ڈاکٹر زحیلی فرماتے ہیں:

هى أن يشترك اثنان في مال لهما على أن يتجرا فيه والربح بينهما(۱۵).

ترجمہ: شرکت عنان یہ ہے کہ دو شخص اپنے مال کے ساتھ اسی بنیاد پر شریک ہوں کہ دونوں تجارت کریں اور نفع دونوں میں تقسیم ہو گا۔

شرکت کی اس صورت میں ہر ایک کا عمل، سرمایہ اور حقوق و نفع مساوی نہیں ہوتا اور ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے، کفیل نہیں ہوتا، یہ شرکت کی وہ صورت ہے، جس کے جواز پر امت کا اتفاق۔

شرکت کی اقسام اور فقہاء کی آراء:

شرکت کی مذکورہ اقسام کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں فقہاء کے درمیان خاصا اختلاف رائے پایا جاتا ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا۔ اموال میں شرکت عنان باتفاق امت جائز ہے۔ ۲۔ شرکت مفاوضہ صرف حنفیہ کے ہاں جائز ہے، باقی ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ ۳۔ شرکت ابدان: مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ دونوں کا کام ایک ہی ہو اور کام کا مقام بھی ایک ہی ہو، حنفیہ کے ہاں کام اور مقام کے اختلاف کے باوجود شرکت ابدان جائز ہے۔ ۴۔ شرکت وجوہ: حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں جائز ہے جب کہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک جائز نہیں [۱۶]۔

شرکت کی عمومی شرائط:

شرکت کی مختلف اقسام کی متنوع شرائط ہیں، لیکن کچھ شرطیں عمومی نوعیت کی ہیں، جو شرکت کی تمام ہی اقسام میں مطلوب ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

ا۔ جس چیز میں شرکت کی گئی ہے، وہ ایسی ہوں کہ اس میں تصرف کا وکیل بنایا جاسکتا ہو، جیسے خرید و فروخت وغیرہ، چناں چہ شکار اور جنگل میں موجود غیر مملوکہ پودے وغیرہ کو کاٹنے اور اکھاڑنے پر شرکت کا معاملہ نہیں ہوسکتا کہ ان عمومی مباحات میں تو وکیل بنانا ہی درست نہیں [۱۷]۔

۲۔ خود شرکاء میں وکیل بننے کی اہلیت ہو، کیوں کہ شرکت میں بنیادی طور پر ایک شریک دوسرے شریک کو خرید و فروخت اور کام لینے کا وکیل مقرر کرتا ہے [۱۸]۔

۳۔ نفع معلوم و متعین ہو مثلاً: تہائی، چوتھائی وغیرہ، [۱۹]۔

۴۔ نفع کی تعیین تناسب کے اعتبار سے ہو [۲۰]۔

شرکۃ الاموال کے متعلق شرائط:

فقہاء نے شرکت الاموال کی سرمایہ کی فراہمی کے حوالے سے کچھ شرائط بیان کی ہیں:

ا۔ سرمایہ متعین و موجود ہوں، لیکن اس شرط کے ضروری ہونے پر تمام فقہاء متفق نہیں ہیں، اس سلسلے میں احناف کا مؤقف یہ ہے کہ شرکت کیلئے سرمایہ کا عقد کے وقت معین و موجود ہونا تو ضروری نہیں، البتہ خریداری یا تجارت کی ابتداء میں متعین اور موجود ہونا ضروری ہے [۲۱]۔

راجح مذہب احناف کا ہی ہے، اس لیے کہ شرکت کا مقصد دو مالوں کے درمیان تصرف کر کے منافع کمانا ہے، لہذا عقد کے وقت دونوں مالوں کا موجود ہونا ضروری نہ ہوا، بل کہ تصرف کے وقت یعنی خرید و فروخت کے
وقت بھی اگر کم از کم ایک فریق کا مال موجود ہو تو وہ بھی کافی ہے۔

سرمایہ کا معلوم ہونا: سرمایہ کی مقدار کا معلوم ہونا بھی فقہاء کرام کے نزدیک شرکت کے عقد کیلئے ضروری ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مقدار کا علم کس وقت ضروری ہے؟ عقد کے وقت؟ خریداری کے وقت یا تجارت کی ابتداء کے وقت؟

احناف کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ سرمایہ کی مقدار کا متعین ہونا عقد کے وقت ضروری نہیں، بل کہ تصرف خریداری یا تجارت کی ابتداء کے وقت ضروری ہے۔ شوافع کے مذہب کا ایک قول اس کے مطابق بھی ہے۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک سرمایہ کی مقدار کا علم بوقت عقد ضروری ہے اور شوافع کا دوسرا قول بھی اس کے مطابق ہے [۲۲]۔

سرمایہ کا مخلوط ہونا: اس حوالے سے بھی فقہاء کے نزدیک اختلاف ہے کہ عقد کے وقت شرکت میں سرمائے کا مخلوط ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے احناف کا کہنا یہ کہ:

عقد شرکت میں سرمائے کا مخلوط ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جن اشیاء میں وکالت جائز ہوتی ہے ان میں شرکت بھی جائز ہوتی ہے، اور وکالت کے جواز کیلئے سرمایہ کا مخلوط ہونا شرط نہیں، شوافع کے نزدیک عقد تصرف سے پہلے مخلوط ہو (۲۳)۔ مالکیہ کے ہاں ضمان میں داخل ہونے کیلئے مخلوط ہو (۲۴)۔ اور حنابلہ کے ہاں مخلوط ضروری نہیں البتہ متعین وموجود ہو (۲۵)۔

سرمایہ نقد ہونا ضروری نہیں:

اگر سرمایہ نقدی میں نہ ہو، بل کہ سامان ہو تو اس طرح شراکت کی جائے کہ ایک فریق دوسرے سے کہے کہ میں نے اپنے سامان کا ایک چوتھائی تمہارے سامان کے تین چوتھائی سے بدلا، پھر اس مشترکہ مال کو سرمایہ شرکت بنالیا جائے، لوگوں کے ذمہ جو قرض ہو، اسے وصول کیے بغیر سرمایہ شرکت بنایا جانا ممکن نہیں (۲۶)۔

شرکت العقد کی شرائط:

۱۔ وکالت کے قابل ہونا: شرکاء میں سے ہر شریک وکیل بننے یا بنانے کے قابل ہو، اس لیے کہ تجارت بغیر تصرف کے ممکن نہیں اور جب تک دوسرے شریک کی جانب سے تصرفات کی اجازت اور توکیل نہ ہو، تب تک وہ تصرف نہیں کر سکتا، لہٰذا ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا، اسی وجہ سے شرکت کی متعدد اقسام میں نہ صرف وکالت داخل ہے، بل کہ شرکت کی ان اقسام کی اساس اور بنیاد ہی وکالت پر ہے (۲۷)۔

اس کے علاوہ احناف کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ معقود علیہ (جس چیز پر عقد کیا جائے) بھی وکالت کی صلاحیت رکھے، لہٰذا ایسی اشیاء میں شرکت نہیں ہو سکتی، جو وکالت کی صلاحیت نہ رکھ سکے (۲۸)۔

۲۔ نفع معلوم ہو: شرکت کی صحت کیلئے یہ شرط ہے کہ نفع کا تناسب طے کر لیا جائے، یعنی شریک کو کل نفع کا کتنا حصہ یا کتنا فیصد ملے گا، اس لیے کہ منافع شرکت کے عقد میں معقود علیہ ہے، اگر وہ متعین نہ ہو تو جہالت کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا۔

۳۔ نفع مشاع ہو: نفع تمام شرکاء میں مشترک ہو، مال کی ایک معین مقدار بطور نفع کسی شریک کیلئے مقرر نہ کی جائے، کسی ایک شریک کو کل یا بعض نقصان کیلئے مخصوص کر دینے سے شرکت باطل ہو جائے گا (۲۹)۔

شرکاء کے حقوق اور اختیارات:

عقد شرکت میں شرکاء کے مابین باہم کچھ حقوق و اختیارات ہوتے ہیں:

۱۔ شرکت کا مال فروخت کرنا، شرکت کا مقصد تجارت اور پیسہ کمانا ہے، اور تجارت بغیر خرید و فروخت کے ممکن نہیں، لہذا ہر شریک مال شرکت کو فروخت کر سکتا ہے، البتہ اتنی قیمت پر فروخت نہ کرے، جسے غبنِ فاحش کہتے ہیں، معمولی کمی بیشی سے کوئی قیمت مقرر کر لینا جائز ہے (۳۰)۔

۲۔ شرکت کے مال سے خریداری کرنا: اسی طرح ہر شریک کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ مال شرکت کے ذریعے نقد یا ادھار کوئی مال خریدیں (۳۱)۔

۳۔ تجارت کیلئے کسی کو اجرت پر رکھنا: اگر کاروبار کی مصلحت کا تقاضا ہو، تو ہر شریک کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ سامانِ تجارت کی خرید و فروخت کیلئے کوئی ملازم رکھ لے، اس لیے کہ ہر کام خود ہی انجام دینا ممکن نہیں ہوتا (۳۲)۔

۴۔ شرکت کا مال امانت رکھوانا: بسا اوقات مال کی حفاظت کیلئے اجرت پر کسی کو دینا پڑتا ہے، جو جائز کام ہے، تو پھر بغیر معاوضہ کے کسی کو مال بطور امانت دینا بدرجہ اولی جائز ہو گا۔

۵۔ شرکت کے مال کو مضاربت پر دینا: امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت جو امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کی ہے، اس کے مطابق ہر شریک کو مال شرکت مضاربت پر دینا جائز ہے (۳۳)۔

۶۔ شرکت کا مال ہبہ یا قرض دینا: شرکاء میں سے کسی کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ مال شرکت کسی کو ہبہ کرے، البتہ معمولی چیز کا ہبہ مثلاً روٹی، گوشت وغیرہ جائز ہے اور نہ ہی کسی شریک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مال شرکت کسی کو قرض دے دے (۳۴)۔

۷۔ اسی طرح فقہاء کرام نے بہت سے مزید حقوق و اختیارات ذکر فرماتے ہیں، مثلاً: یہ کہ وہ شرکت کا مال کسی کے پاس گروی رکھ سکتا ہے، حوالہ قبول کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ، لیکن ان تمام جزوی تفصیلات میں جائے بغیر یہ اصول سمجھ لینا کافی ہے کہ تجارت کی

مصلحت کیلئے جتنے تصرفات عام طور سے تاجروں میں معروف و مشہور ہیں، ان سب تصرفات کا حق حاصل ہے، البتہ وہ تصرفات جو یا تو کاروبار کیلئے واضح طور پر مضر ہیں یا وہ تاجروں میں اس کا رواج نہیں، اس کی اجازت نہیں۔

اسی طرح شراکت کی تمام جدید شکلوں میں جس میں کوئی مجہول شئے غرر ہو یا معاملے فساد و بطلان سے متعلق شرط نہ ہوں، حصہ داران مساوی حقوق کے حامل ہوتے ہیں۔ پارٹنر شپ فرم میں حصہ دار باہمی مشاورت سے اپنی ذمہ داریاں، فرائض اور کام تقسیم کرلیتے ہیں، لمٹیڈ کمپنیوں اور انجمن برائے امداد باہمی میں حصہ داران ذمہ داریاں اپنے میں سے چند کو سونپ دیتے ہیں، جنہیں ڈائریکٹر یا اسی طرح کے دیگر نام دیئے جاتے ہیں۔ کچھ حصہ داران مشترکہ کاروبار کے لیے کوئی کام نہ کرنے کا فیصلہ بھی کرسکتے ہیں، انہیں سلیپنگ پارٹنر کہا جاتا ہے۔

منافع کی تقسیم کے بنیادی اصول:

شرکت کی صحت کیلئے ضروری ہے کہ شرکت کے معاہدے کے وقت ہی تمام شرکاء منافع کی تقسیم کے معیار پر اتفاق کرلیں، ویسے تو فریقین باہمی رضامندی سے منافع کی جو بھی شرح طے کرنا چاہیں کرسکتے ہیں، لیکن شریعت نے ان کے اس اختیار پر چند اصولی پابندیاں عائد کی ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ نفع کو سرمایہ کے تناسب کے بجائے حاصل ہونے والے حقیقی نفع کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے۔

۲۔ مال کی ایک معین مقدار بطور نفع کسی شریک کیلئے طے نہ کیا جائے۔

۳۔ ہر شریک کو نفع کا اتنا فیصد حصہ ملے گا، جتنا فیصد اس نے سرمایہ لگایا ہے، تو یہ صورت جائز ہے، چاہے دونوں کی سرمایہ کاری کا تناسب برابر ہو یا کم و بیش ہو اور اسی طرح دونوں نے کام کرنا طے کیا ہو یا دونوں میں سے ایک کا کام کرنا طے ہوا ہو۔

۴۔ جس شریک کے بارے میں یہ طے کیا گیا کہ وہ ضروری کام کرے گا اور اس کا نفع سرمایہ کاری کے تناسب سے زائد مقرر کیا جائے، تو بالاتفاق جائز ہے، چاہے دوسرا شریک کام کرے یا نہ کرے۔

۵۔ جس شریک نے کام نہ کرنے کی شرط لگائی، اس کیلئے سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ مقرر کرنا جمہور کے نزدیک ناجائز ہے۔

۶۔ جو شریک کام نہیں کرے گا، اس کیلئے سرمایہ کاری کے تناسب سے کم نفع مقرر کرنا باتفاق جائز ہے۔

۷۔ دونوں فریقوں کے کام کرنے کی شرط ہو، اس کے باوجود سرمایہ کاری کے تناسب سے منافع کا تناسب مختلف ہو، تو اس کے جواز میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تمام تر نفع مال سے منسوب ہوتا ہے، جب دونوں کا مال برابر ہو، تو نفع کا تناسب بھی برابر ہونا چاہئے، جب کہ دوسری طرف حنابلہ اور حنفیہ کا کہنا کہ نفع کا سبب صرف مال نہیں، بل کہ محنت اور عمل اور پھر ان کی مقدار اور کارکردگی کی نوعیت میں تفاوت بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح ضمان اور ساکھ کی وجہ سے بھی زیادہ نفع کا استحقاق گردانا جاسکتا ہے [۳۵]۔

نقصان کی تقسیم کے بنیادی اصول:

مال کے تناسب اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ شرکت میں نقصان کی صورت میں ہوگا، یعنی جتنے فی صد کسی کی سرمایہ کاری اتنا ہی وہ نقصان میں حصہ دار ہے، اس قاعدہ کی بنیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس میں انہوں نے فرمایا:

الوضيعة على المال والربح على ما اصطلحوا عليه.

ترجمہ: نقصان مال (کے تناسب) سے ہوگا، اور منافع اس طرح تقسیم ہوگا جیسے شرکاء آپس میں طے کرلیں [۳۶]۔

اسی طرح فقہ کی دیگر کتب اور آئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نقصان بہر صورت شرکاء کے سرمایہ کے تناسب سے ہوگا، خواہ نقصان کی کوئی بھی وجہ ہو [۳۷]۔

فسخ شرکت (شرکت کا ختم ہونا):

اس کی تین مختلف صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) شرکت کے مقاصد کی تکمیل: جس مقصد کے پیشِ نظر شرکت کی گئی تھی وہ حاصل ہوگیا۔

(۲) فریقین کا شرکت کو فسخ کرنا: عقد شرکت میں فریقین میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ جس وقت چاہے دوسرے فریق کو اطلاع یا نوٹس دے کر شرکت کو فسخ کردے، پھر اس میں بھی تفصیل ہے کہ اگر شرکاء دو سے زیادہ ہوں اور ان میں سے کوئی ایک فسخ کرنا چاہے، تو فقہاء کی صراحت کے مطابق وہ اپنے حصہ کی حد تک شرکت کو فسخ کر سکتا ہے اور باقی شرکاء کی شرکت برقرار رہے

گی، اسی لیے کہ کسی ایک کے شرکت فسخ کرنے کی وجہ سے باقی کی شرکت بھی فسخ کر دی جائے، تو دوسرے شرکاء کو نقصان کا اندیشہ ہے جب کہ انہیں ضرر سے بچانا لازمی ہے، اسی لیے کسی ایک کے فسخ کرنے سے باقی کی شرکت متاثر نہیں ہوں گی۔

جبری فسخ: شرکت کے فسخ ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایسے حالات یا واقعات نمودار ہوں، جن کی وجہ سے شرکت یا تو خود بخود فسخ ہو جائے یا اسے فسخ کرنا پڑے، مثلاً: کوئی شریک انتقال کر جائے یا جنون لاحق ہو جائے یا پھر ایسا دائمی مرض اور معذوری وغیرہ لاحق ہو جائے کہ جس کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہے یا کوئی شریک خدا نخواستہ مرتد ہو کر دارالحرب چلا جائے یا دو شریکوں میں سے کسی ایک کا مال مخلوط ہونے اور اس سے خریداری کرنے سے قبل ہی برباد ہو گیا ہو یا کسی ایک شریک کو مجور کر دیا گیا ہو، (فقہ کی اصطلاح میں مجور ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے زبانی تصرفات پر یہ پابندی لگائی گئی ہو کہ وہ اپنی زبان کے ذریعہ کوئی معاملہ یا عقد نہ کر سکیں، ہاں! البتہ اگر وہ اپنے کسی فعل سے کوئی کام کر بیٹھیں، تو اس کے نتائج کے وہ ذمہ دار ہوں گے، پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جنہیں مجور بنانے کیلئے حاکم کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے پاگل یا چھوٹے بچے، دوسری قسم وہ کہ جن کے حوالے سے حاکم کا فیصلہ ضروری ہو جاتا ہے، جیسے مفلس، مدیون یا وہ بے وقوف جو اپنا مال اسراف وضائع کرتا ہو [۳۸]۔

شرکت کے اثاثوں کا تصفیہ: شرکت کے فسخ کی صورت میں اثاثے شرکاء کو کیسے ملیں گے؟ نقدی کی شکل میں دیئے جائیں گے یا انہیں جوں کا توں تقسیم کر دیا جائے گا، یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ہے؟ تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہے:

سب سے پہلے باہمی طے کردہ تناسب کی بنیاد پر نفع تقسیم کر دیا جائے گا، اس کے بعد جو اثاثے باقی بچیں، اگر تو وہ نقدی کی شکل میں ہوں، تو بآسانی شرکاء کے حصص کے تناسب سے تقسیم کر دیئے جائیں گے، لیکن اگر اثاثے مشینری یا سامان کی شکل میں ہوں، تو انہیں فروخت کر کے ان کی نقدی بنائی جائے گی اور پھر شرکاء میں ان کے حصص کے تناسب سے کمی بیشی کی تفاوت کے ساتھ تقسیم کر دیئے جائیں گے [۳۹]۔

حواشی وحوالہ جات

(۱):....الزّيلعى ، فخر الدّين عثمان بن على، المتوفى 743هـ، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ملتان، مكتبه إمداديه، ج3، ص112

(۲):....سعدي أبو حبيب ، القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، سورية، دمشق، دار الفكر، الطبعة الثانية: 1408هـ - 1988م. - الموسوعة الفقهيه، الكويت، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الطبعة الثالثة: 1431هـ - 2010م ، ج26، ص20

(۳):....محمد ابراہیم موسیٰ، شرکات الاشخاص بین الشریعة والقانون ، ریاض، جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة، ۱۴۰۱ھ، ص۲۴

(۴):....مفتی، محمد شفیعؒ معارف القرآن ، کراچی، ادارة المعارف، ج۵، ص۵۵۸

(۵):.... الجصاص، احمد بن علی ۱۳۷۰ھ، احکام القرآن،پاکستان، لاہور، سہیل اکیڈمی، ج۱،ص۵۵۷

(٦):.... السّجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث، المتوفّى سنة 275هـ، "سنن أبي داود" (2936، 3443)، الرياض، بيت أفكار الدولية - الدارقطنی ، علی بن عمر، المتوفی ۳۸۵ھ، سنن الدار قطنی ، دهلی، مطبع الفاروقی، ج1، ص60

(۷):.... ابن قدامه المقدسی، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد، المغنی، السعودية، مكتبة الرياض، 1403هـ، ج5، ص105

(۸):.... البيهقي، أبو بكر، أحمد بن حسين، المتوفى 458هـ، هند، دائرة المعارف العثمانية، 1352هـ، ج1، ص78

(۹):.... الطبری، أبو جعفر محمد بن جرير ، تاريخ الطبری ، الأردن، بيت الأفكار الدولية، ج2، ص135

(۱۰):.... المغنی، ج5، ص3 - ابن حزم، مراتب الاجماع ، مكة المكرمة، دار الباز، ص91 – ابن الهمام، فتح القدير، كوئته، المكتبة الرشيدية، ج5، ص3 - البابرتی ، أكمل الدين المتوفی 786هـ، شرح العناية على الهداية، كلكته، بابو منشی رام، 1247هـ، ج5، ص3 - النفراوي، أحمد بن غنيم بن سالم المالكي الأزهری، المتوفی سنة 1126هـ، الفواكه الدّوانی على رسالة ابن أبی زيد القيرواني، بيروت، لبنان، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1418هـ - 1997م، ج2، ص171، تصحيح: الشيخ عبد الوارث محمد علي _ محمد بن ابراهيم، شركات الأشخاص بين الشريعة والقانون، السعودية، جامعة الإمام محمد بن سعود الاسلامية، 1401هـ، ص42 - نيسابوری، ابن المنذر، الإجماع ، رياض، دار طيبة، ص122

(۱۱):.... جماعة من العلماء، مجلة الأحكام العدلية، كراتشي، نور محمد كتب خانه، ج2، ص106 _ ابن عابدين، محمد أمين، ردالمحتار، کراچی، ایچ ایم سعید، ج4، ص299 – ابن الهمام، الإمام كمال الدّين محمّد بن عبد الواحد بن عبد الحميد السّيواسي ثمّ السّكندري، المتوفّى سنة 861هـ، "فتح القدير على الهداية"، كوئته، باكستان، مكتبه رشيديه، 1403هـ، ج5، ص377 - ابن نجيم ، زين العابدين، البحرالرائق شرح كنز الدقائق، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج5، ص166- الكاساني، علاء الدّين أبو بكر بن مسعود، الحنفي، المتوفّى سنة 587هـ، بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع، بيروت، لبنان، مؤسسة التاريخ العربی، 1417هـ، ج6، ص56

(۱۲):....ابن عابدين، محمّد أمين، "ردّ المحتار على الدر المختار"، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ج4، ص300 - فتح القدير ج5، ص377- بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع، ج6، ص56

(۱۳):....الشيخ نظام، مولانا وجماعة من علماء الهند الأعلام، "الفتاوى الهندية" المعروفة بـ"الفتاوى العالمكيرية"، كوئته، مكتبه ماجديه، ج2، ص301

(۱۴):....داماد آفندي، عبد الله بن الشيخ محمد بن سليمان، "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر"، دار الطباعة، 1977م، ج1، ص714 - الحصكفی، محمد علاء الدين، الدر المختار شرح تنوير الأبصار مع رد المحتار ، ایچ ، ایم سعید ، کمپنی، ج4، ص399 - بجيرمی، حاشية البجيرمی على شرح منهج الطلاب، تركي، المكتبة الإسلامية، ج2، ص93 - العسقلانی، الحافظ أحمد بن علی، ابن

حجر المتوفى 852هـ، فتح البارى، مصر، المطبعة البهية المصرية، 1348هـ، ج5، ص129 - الدردير، أحمد بن محمد المتوفى 1201هـ، الشرح الصغير على أقرب المسالك، مصر، مصطفى البابي الحلبي، ج3، ص455 - المغنى، ج4، ص109

(١٥):.... الزحيلى، الدكتور وهبة، الفقه الإسلامى وأدلته، ج4، ص796

(١٦):.... القرطبى، أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، مكتبة الكلية الأزهرية، 1386هـ، ج2، ص255 - بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج6، ص56،57،76،133

(١٧):.... الدر المختار، ج3، ص337

(١٨):.... الفقه الإسلامى وأدلته، ج4، ص805

(١٩):.... بدائع للكاسانى، ج6، ص59 - الدر المختار على هامش الدر، ج3، ص337

(٢٠):... بدائع للكاسانى، ج6، ص59 - الدر المختار على هامش الدر، ج3، ص337

(٢١):.... بدائع للكاسانى، ج6، ص60 - الدر المختار على هامش الدر، ج4، ص311

(٢٢):.... المغني، ج5، ص19

(٢٣):.... الشربينى، مغنى المحتاج، ج2، ص214 – النووي، روضة الطالبين، ج4، ص277

(٢٤):.... الحطّاب، أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن، المواهب شرح مختصر خليل، بيروت، دار صادر، ج5، ص25 - الشرح الكبير للدردير مع حاشية الدسوقى، دار الفكر، بيروت ج3، ص49

(٢٥):.... المغني، ج5، ص20

(٢٦):....المرغيناني، علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني، برهان الدّين، الرّشداني، المتوفّى سنة 593هـ، "الهداية"، كراتشي، باكستان، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الأولى: 1417هـ - مجلة الأحكام

(٢٧):.... على حيدر ، درر الحكّام شرح مجلة الأحكام، بيروت، دارالكتب العلمية، ج4، ص322 – بدائع، ج6، ص65 - الدر المختار، ج4، ص323

(٢٨):.... درر الحكّام شرح مجلة الأحكام، ج3، ص361

(٢٩):.... بدائع، ج6، ص51

(٣٠):.... بدائع، ج6، ص68

(٣١):.... بدائع، ج6، ص68

(٣٢):.... بدائع، ج6، ص68

(٣٣):.... بدائع، ج6، ص69

(٣٤):.... بدائع، ج6، ص72

(۳۵):.... العالمكيرية، ج5، ص2-3 - الهداية، ج2، ص595 – المغني، ج5، ص140 - حاشية الدسوقى على الشرح الكبير، ج3، ص354 – النووى، الحافظ أبو زكريا محى الدين بن شرف، شرح المهذب المسمى بالمجموع، جدّة، مكتبة الإرشاد، تحقيق: محمد نجيب المطيعي – الشربيني، شمس الدين محمد بن محمد الخطيب، مغنى المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، بيروت، لبنان، دار الكتب العلمية، ج4، ص71-72، 1421هـ - 2000م، تحقيق: علي محمد معوض وعادل أحمد عبد الموجود- شرح منح الجليل على مختصر العلامة خليل، ج3، ص294 – موسى، محمد بن ابراهيم، شركات الأشخاص بين الشريعة والقانون، الرياض، جامعة الإمام محمد بن سعود الاسلامية، سنة 1401هـ، ج4، ص442-445 – أبو شيبة العبسي، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم، مصنف ابن أبى شيبة، ج6،ص3، كراتشي، إدارة القرآن - بدائع، ج6، ص62-63

(۳٦):.... علي المتقي، علاء الدين ابن حسام الدين، الهندي، البرهان فوري، المتوفى سنة 975هـ، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، مؤسسة الرسالة، ج15، ص761 _ مصنف ابن أبى شيبة، ج6،ص4

(۳۷):....(مالک، الإمام مالک بن أنس الأصبحى، رواية الإمام سحنون التّنوخى، المدوّنة الكبرىٰ، بيروت، دارالكتب العلمية، ج3، ص609 - شرح المهذب، ج14،ص71 _ المغني، ج5، ص38 _ فتح القدير، ج5، ص397

(۳۸):.... السنهوري، عبد الرزاق أحمد، الوسيط فى شرح القانون المدنى، بيروت، لبنان، دار إحياء التراث العربي، ج5، ص373- ابن رجب ، ابو الفرج، عبد الرحمن، المتوفى 795هـ، القواعد فى الفقه الإسلامى، بيروت، دارالمعرفة، ص110-111- القرطبى، محمد بن أحمد بن رشد، المتوفى سنة 595هـ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، مكتبة الكلية الأزهرية، سنة 1386هـ، ج2، ص198- بدائع الصّنائع، ج6، ص77، 182-183 _ درر الحكام ج3، ص388-390

(۳۹):.... المغنى مع شرح الكبير، ج5، ص133- الهداية، ج8، ص350.